اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ (البقرہ:152)

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْا لِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ (البقرہ:152) اس آیت کے اول حصے میں ذکر کے بارے میں مضمون ہے اور دوسرے حصے میں شکر کا بیان ہے۔ ذکر کے متعلّق تو اکثر بیانات ہوتے رہتے ہیں لہذا ارادہ ہے کہ آج شکر کے عنوان پر بات کہی جائے۔

دور حاضر میں مادی نعمتوں کی بہتات:۔

مادی اعتبار سے اللہ رب العزت کی جتنی نعمتیں آج ہیں اتنی اس سے پہلے نہیں تھیں۔ آج کا عام بندہ بھی پہلے وقت کے بادشاہوں سے کئی معاملات میں بہتر زندگی گزار رہا ہے۔ پہلے وقت کے بادشاہوں کے گھروں میں گھی کے چراغ جلتے تھے جبکہ آج کے غریب آدمی کے گھر میں بھی بجلی کا قمقمہ جلتا ہے۔ ایسی روشنی پہلے وقت کے بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں تھی۔ بادشاہوں کے خادم ان کو ہاتھ سے پنکھا کیا کرتے تھے جبکہ آج کے غرب آدمی کے گھر میں بھی بجلی کا پنکھا موجود ہے۔ جو ٹھنڈا پانی آج ایک عام آدمی کو حاصل ہے وہ پہلے وقت کے بادشاہوں کو بھی حاصل نہیں تھا۔ اس پر قیاس کرتے جائیے کہ پہلے وقت کے بادشاہ اگر سفر کرتے تھے تو ان کو گھوڑوں پر سفر کرنا پڑتا تھا اور انہیں ایک ایک مہینہ سفر میں لگ جاتا تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار کر پشاور سے کراچی چلیں تو یہ ایک مہینے کا سفر بنے گا۔ لیکن آج کا ایک عام انسان اگر ریل گاڑی پر بیٹھ کر کراچی جانا چاہے تو یہ ایک دن سوار ہوگا اور دوسرے دن سورج ڈوبنے

سے پہلے کراچی پہنچ چکا ہوگا۔ پہلے وقت کے بادشاہوں کو صرف موسم کے پھل ملتے تھے جبکہ آج ایک عام غریب آدمی کو بھی بے موسم کے پھل نصیب ہیں۔ پہلے علاقائی پھل ملا کرتے تھے جبکہ آج آدمی کو دوسرے ملکوں کے پھل بھی حاصل ہو جاتے ہیں اور وہ مزے سے کھا رہا ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے یہ نعمتیں عام کردی ہیں

ناشکری میں اضافہ:۔

گویا مادی اعتبار سے نعمتوں کی جتنی بارش آج ہے اتنی پہلے کبھی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی جتنی ناشکری آج ہے،اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔جس کی زبان سے سنو،اسی کی زبان پر ناشکری ہے۔ ہر بندہ کہے گا کہ کاروبار اچھا نہیں،گھر میں مشکلات ہیں اور صحت خراب ہے ہزاروں میں سے کوئی ایک بندہ ہوگا کہ جس سے بات کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے گا۔آخر وجہ کیا ہے؟ کھانے پینے کی بہتات کا یہ عالم ہے کہ آج کا فقیر اور بھکاری بھی روٹی نہیں مانگتا بلکہ سگریٹ پینے کے لئے دو روپے مانگتا ہے اسلئے کہ اسے نشہ کرنا ہے۔

زیادہ کھا کر مرنے والے:۔

آج کے زمانے میں زیادہ کھا کر مرنے والوں کی تعداد فاقوں سے مرنے والوں کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ذرا بتائیے کہ جو دل کی شریانیں بند ہوتی ہیں وہ فاقے سے بند ہوتی ہیں یا چکنائی زیادہ کھانے سے بند ہوتی ہیں؟ شوگر کی بیماری زیادہ کھانے سے ہوتی ہے یا فاقے کرنے سے ہوتی ہے؟ بلڈ پریشر کی بیماری زیادہ کھانے سے ہوتی ہے یا فاقے کرنے سے ہوتی ہے؟ یقیناً زیادہ کھانے سے یہ بیماریاں ہوتی ہیں جن کی وجہ سے آج اکثر لوگ مر رہے ہیں۔کھا کھا کر مر رہے ہیں لیکن پھر بھی زبان پر اللہ تعالیٰ کے شکوے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا حلم:۔

عطاؒ بن ابی رباح اللہ کے ایک نیک بزرگ گزرے ہیں، وہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات القا فرمائی کہ اے عطا! ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر ان کو رزق کی تھوڑی سی تنگی پہنچے تو یہ فوراً محفل میں بیٹھ کر میرے شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں جبکہ ان کے نامہ اعمال گناہوں سے بھرے ہوئے میرے پاس آتے ہیں مگر میں فرشتوں کی محفل میں ان کی شکایتیں تو بیان نہیں کرتا۔

پہلی بڑی نعمت:۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس اللہ رب العزت کی سب سے بڑی نعمت تو یہ ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ اگر وہ چاہتا تو گدھا بنا دیتا۔ کسی نے ہمارے اوپر بوجھ لادا ہوتا اور وہ ڈنڈے لگا رہا ہوتا۔ ہم ڈنڈے بھی کھا رہے ہوتے اور سامان بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتے۔ اگر وہ ہمیں بندر بنا دیتا تو کسی نے ہمارے گلے میں لگام ڈالی ہوتی وہ ہمیں گلیوں میں نچا رہا ہوتا اور ہم ناچ رہے ہوتے۔ پروردگار کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں بن مانگے انسانیت کی خلعت سے نوازا اس نعمت پر اللہ تعالی کا جتنا شکر ادا کریں اتنا کم ہے۔

صحیح سالم اعضاء:۔

اللہ رب العزت نے ہمیں اشرف المخلوقات بنا کر صحیح سالم اعضاء دیئے۔ اگر وہ انسان تو بنا دیتا مگر عقل نہ دیتا تو پاگلوں کی بھی کوئی زندگی ہوتی ہے؟ اگر وہ انسان تو بنا دیتے مگر آنکھیں نہ دیتے تو ہم گلیوں میں ٹھوکریں کھا رہے ہوتے، جس کو ہم ماں باپ کہتے ہیں ان کے چہرے کو دیکھنے سے بھی ترس رہے ہوتے، پروردگار عالم اگر زبان نہ دیتا تو ہمارے اندر جذبات تو ہوتے لیکن ہم اپنی محبّت کے جذبات کو اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے سامنے بیان بھی نہ کر سکتے۔ اگر وہ سماعت نہ دیتے تو لوگ اشاروں

سے بات کرتے اور ہم ان کی باتیں اشاروں سے سمجھا کرتے۔ اگر وہ ٹانگیں نہ دیتے تو ہم کیسے پیدل چل سکتے؟ اگر ہاتھ نہ دیتے تو ہم کیسے کام کر سکتے تھے؟ پروردگار عالم نے یہ سب نعمتیں ہمیں بن مانگے عطا فرمائیں۔ اگر کوئی آدمی آپ کو ایک لاکھ روپیہ دے اور کہے کہ ذرا آپ دونوں آنکھیں نکال دیجئے تو کون تیار ہوگا؟ کوئی بھی تیار نہیں ہوگا۔ بھئی آپ کو ایک لاکھ روپیہ دے دیتے ہیں آپ اپنی زبان کاٹ کر دے دیجئے، کوئی بھی تیار نہیں ہوگا۔ یہ اللہ رب العزت کی کتنی بڑی نعمتیں ہیں جنہیں کوئی بندہ پیسوں سے بھی خرید نہیں سکتا اور ہم دینے کو تیار بھی نہیں ہوتے۔

لمحہ فکریہ:۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت اگر ہمیں عقل نہ دیتے تو ہم پاگل ہوتے، اگر بینائی نہ دیتے تو ہم اندھے ہوتے، اگر سماعت نہ دیتے تو ہم بہرے ہوتے، اگر گویائی نہ دیتے تو ہم گونگے ہوتے، اگر صحت نہ دیتے تو ہم بیمار ہوتے، اگر گھر نہ دیتے تو ہم بے گھر ہوتے، اگر اولاد نہ دیتے تو ہم لاولد ہوتے، اگر اللہ رب العزت ہمیں مال نہ دیتے تو ہم بھکاری ہوتے اور اگر وہ ہمیں عزت نہ دیتے تو ہم ذلیل ہوتے۔ سبحان اللہ یہ عزتوں بھری زندگی جو گزار رہے ہیں یہ اس مالک کا احسان ہی تو ہے۔

دوسری بڑی نعمت:۔

اللہ رب العزت کا دوسرا بڑا انعام یہ ہے کہ اس نے ایمان عطا فرمایا۔ پروردگار نے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا کر دیا۔ ہمیں ابھی دائیں اور بائیں کا بھی پتہ نہیں تھا کہ جب ہمارے ایک کان میں اذان کہی گئی اور دوسرے میں اقامت۔ یوں ہمارے کانوں میں اللہ کا نام پہنچایا گیا۔ ماں ہمیں سلانے کے لئے تھپکیاں دیتی تھی تو حَسْبِیْ رَبِّیْ جَلَّ اللّٰہُ مَا فِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہِ کی لوریاں سنایا کرتی تھی۔ بہن

جھولا جھلایا کرتی تھی تو لا الہ الا اللہ اور اللہ اللہ کی لوریاں سناتی تھی جب ہم ذرا بڑے ہوئے تو ہمارے والد جمعہ کے دن ہاتھ پکڑ کر مسجد کی طرف لے جاتے اور اس طرح انہوں نے ہمیں اللہ کے گھر کا راستہ دکھایا۔ ذرا سوچئے کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ نعمتیں عطا فرمائیں جس کی وجہ سے آج ہم مسلمان ہیں۔ یہ اللہ رب العزت کا کتنا بڑا اکرم ہے۔

تیسری بڑی نعمت:۔

اس سے بڑھ کر یہ نعمت عطا فرمائی کہ اللہ رب العزت نے ہمیں اپنے محبوب ﷺ کی امت میں سے بنایا یہ وہ فضیلت ہے جسے حاصل کرنے کے لئے پہلے وقت کے انبیائے کرام بھی تمنائیں کیا کرتے تھے۔ اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی دعا قبول فرمائی اور وہ قرب قیامت میں دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور اس امت میں آ کر زندگی گزاریں گے.... امتی ہونے کے ناطے روز محشر نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی شفاعت نصیب ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنتیوں کے تین حصے بنائے جائیں گے ان میں سے دو حصے میری امت کے ہوں گے اور ایک حصہ باقی تمام انبیاء کی امتوں کا ہوگا۔ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ رب العزت نے ہر نبیؑ کو ایک ایک دعا مانگنے کا اختیار دیا جسے من وعن قبول کر لیا جائے گا چنانچہ سب انبیاء نے دعائیں مانگیں اور اللہ رب العزت نے قبول فرمائیں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا اے اللہ کے محبوب ﷺ! کیا آپ نے بھی کوئی دعا مانگی؟ ارشاد فرمایا، میں نے اپنی دعا کو آخرت کے لئے ذخیرہ بنا لیا، میں نے دعا نہیں مانگی، میں قیامت کے دن وہ دعا مانگوں گا اور اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گا جب تک میرا آخری امتی بھی جنت میں داخل نہیں ہو جائے گا تو یہ اللہ رب العالمین کا کتنا بڑا اکرم ہے کہ اس نے ہمیں رحمتہ للعالمین ﷺ کی امت میں سے پیدا فرما دیا۔

نعمتوں کا شمار:۔

اچھا آپ مجھے بتائیں کہ کیا کوئی آدمی بارش کے پانی کے قطروں کو گن سکتا ہے؟ نہیں گن سکتا ساری دنیا کے درختوں کے پتوں کو گن سکتا ہے؟ نہیں گن سکتا۔ ساری دنیا کی ریت کے ذرات کو گن سکتا ہے؟ نہیں گن سکتا لیکن اسکے باوجود یہ عاجز کہتا ہے کہ آسمان کے ستاروں کو گننا ممکن ہے، بارش کے قطروں کو گننا ممکن ہے، ساری دنیا کے درختوں کے پتوں کا گننا ممکن ہے، ساری دنیا کے ریت کے ذرات کو گننا تو ممکن ہے لیکن اللہ رب العزت کی جو نعمتیں ہم پر برس رہی ہیں ان نعمتوں کو گننا ہمارے لئے ناممکن ہے کیونکہ قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے فرما دیا:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (ابراھیم: 34) اور اگر تم اللہ رب العزت کی نعمتوں کو گننا بھی چاہو تو اس کو گن بھی نہیں سکتے۔

بہترین نظام عصبی:۔

ڈاکٹروں نے لکھا ہے کہ انسان کے دماغ کو پورے جسم سے ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ اطلاعات مل رہی ہوتی ہیں اور دماغ ان کو کنٹرول کر رہا ہوتا ہے۔ اب سوچیے کہ دماغ کا سلامت رہنا اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو دماغ سے جسم کے اعضاء کو کنٹرول کروایا، اس کے لئے وائرنگ کروائی اسے نروس سسٹم کہتے ہیں۔ اس وائرنگ کے ذریعے دماغ اعضاء کو سگنل بھیجتا ہے اور اسی سگنل پر اعضاء کام کرتے ہیں۔ یہ سب سگنلز دماغ سے ریڑھ کی ہڈی میں جاتے ہیں اس کو سپائنل کارڈ کہتے ہیں اور پھر وہاں سے پورے جسم میں جاتے ہیں...... میں کوئی ہوائی باتیں نہیں کر رہا بلکہ ذمہ داری کے ساتھ پکی باتیں کر رہا ہوں..... انسان کے جسم مین کتنی نروز ہیں بک آف سائنس میں ڈاکٹروں نے یہ بات

لکھی ہے کہ ہر انسان کے اندر اتنی وائرنگ استعمال ہوئی ہے کہ اگر ایک نرو کو دوسری نرو سے جدا کر دیا جائے اور سب نروز کو ایک دوسرے کے ساتھ گانٹھ باندھتے چلے جائیں تو یہ اتنی لمبی ہوں گی کہ پوری دنیا کے گرد اس کے دو چکر آ سکتے ہیں۔اتنی وائرنگ ایک بندے میں کام کر رہی ہوتی ہے۔یہ ساری وائرنگ ٹھیک کام کرتی ہے تو ہماری صحت ٹھیک رہتی ہے اور کہیں سرکٹ شارٹ ہو جائے تو بندہ بیمار ہو جاتا ہے، کہتے ہیں کہ اس کو Misthenia Gravous کی بیماری ہے، اس کو فلاں بیماری ہے، اس کو فلاں بیماری ہے، یوں بندے کی زندگی ختم ہو جاتی ہے۔جس طرح ہمارے گھروں میں بجلی کے تاروں پر پی وی سی انسولیشن چڑھی ہوتی ہے اسی طرح ہمارے جسم میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہر نرو کو دوسری نرو سے (Insulate) انسولیٹ کیا ہوا ہے۔ایک نرو دوسری نرو سے شارٹ سرکٹ نہیں ہو سکتی۔اب آپ سوچئے کہ یہ کتنا Complicated System (پیچیدہ نظام) ہے جو ہمارے جسم میں ٹھیک کام کر رہا ہے۔کبھی ہم نے اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کیا ہے؟

یاد رکھیں کہ کچھ چیزوں کا ہونا انسان کے لئے نعمت ہے اور کچھ چیزوں کا نہ ہونا انسان کے لئے نعمت ہے۔مثال کے طور پر ہم اگر کوئی چیز کھائیں تو وہ آرام سے پیٹ میں چلی جاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔لیکن کچھ ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو ہر چیز نہیں کھا سکتے۔ایک خاتون نے فون پر دعاؤں کے لئے کہا وہ لاہور رہتی ہے وہ کہنے لگی کہ پورے سات سال گذر گئے ہیں، میں سیون اپ یا کوئی جوس وغیرہ پینے کے علاوہ اور چیز روٹی وغیرہ کھا نہیں سکتی۔اگر کھانے کی کوشش کروں تو فوراً قے آ جاتی ہے۔کہنے لگی کہ میں سات سال سے گھر والوں اور رشتہ داروں کے لئے دعوتوں کے کھانے پکاتی ہوں مگر خود ان کھانوں کے کھانے سے محروم ہوں۔میں تو کھانے کو ترس گئی ہوں۔اب بتائیے کہ وہ تو سات سال سے کھانا نہیں کھا سکی۔اگر ہم صبح، دوپہر، شام کھاتے ہیں۔کبھی ہم نے یہ بھی محسوس کیا کہ یہ اللہ کی نعمت

ہے کہ آسانی سے اندر چلا جاتا ہے اور اندر کا کھانا باہر نہیں آتا۔

غذا کی نالی کا والو:۔

غذا کی نالی کے اندر ایک والو ہے۔ وہ ایسا والو ہے کہ انسان جو کھانا کھاتا ہے وہ اس کو اندر تو جانے دیتا ہے لیکن وہ اس کو باہر نہیں آنے دیتا۔ وہ Non-return volve ہے۔ یعنی جب غذا اندر جاتی ہے تو وہ کھل جاتا ہے اور جب باہر نکلنے لگتی ہے تو بند ہو جاتا ہے اور غذا کو واپس نہیں آنے دیتا۔ اس لئے آپ ابھی روٹی کھائیں اور ابھی سر کے بل الٹے کھڑے ہو جائیں تو آپ کے منہ سے کھانا نہیں نکلے گا۔

لیٹنے سے محروم ہونے والے ڈاکٹر:۔

امریکہ میں ہمارے ایک دوست ڈاکٹر ہیں۔ وہ خود ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں۔ اللہ کی شان کہ ان کا یہ والو خراب ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو کچھ معدے میں ہوتا ہے وہ ذرا بھی الٹے ہوں تو وہ سب کچھ منہ سے باہر نکلتا ہے۔ ان کی پریشانی حد سے بڑھ گئی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کا کوئی علاج نہیں۔ لہٰذا آپ کو اپنی باقی زندگی بیٹھ کر گزارنا پڑے گی۔ آپ لیٹ بھی نہیں سکتے۔ چنانچہ جب وہ ہمیں ملنے کے لئے آتے ہیں تو سب لوگ میٹھی نیند سو رہے ہوتے ہیں لیکن وہ بیچارے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر پاؤں لمبے کر کے بیٹھے ہوتے ہیں اور اسی حالت میں ان کو نیند آ جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے لیٹ کر سونے والی نعمت چھین لی ہے۔ ان کو دیکھ کر ہمیں یہ احساس ہوا کہ اے مالک! لیٹ کر بستر پر آرام سے سو جانا آپ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

آنکھ کا وائپر:۔

ایک آدمی کا ایکسیڈنٹ ہوا۔ ان کی آنکھ کا پپوٹا کٹ گیا۔ ان کی ایک آنکھ پر پردہ تھا اور دوسری پر نہیں، جیسے مچھلی کی آنکھ ہوتی ہے۔ چند دنوں میں ان کا زخم تو ٹھیک ہو گیا لیکن پریشانی یہ تھی کہ ہر دو تین گھنٹوں

کے بعد آنکھ کی بینائی دھندلی ہو جاتی۔ ڈاکٹر نے کہا کہ ہوا میں مٹی کے چھوٹے چھوٹے ذرات ہوتے ہیں، وہ آنکھ پر جم جاتے ہیں۔ اس لئے آپ کو بار بار آنکھ دھونا پڑے گی۔ چنانچہ اسے ہر دو گھنٹے بعد آنکھ دھونا پڑتی۔ آپ جانتے ہیں کہ جب آدمی پانی میں زیادہ دیر نہائے یا کپڑے یا برتن دھوئے تو ہاتھ کیسے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب وہ بار بار آنکھ کو دھونے لگے تو ان کے رخسار کے اوپر زخم سا بن گیا۔ اس کے بعد پانی لگنے سے انہیں جلن محسوس ہونے لگی۔ وہ پریشان تھے۔ ڈاکٹروں کو بتایا تو وہ کہنے لگے کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ایک دن وہ بڑا رویا اور ڈاکٹروں سے کہا کہ اس کا کوئی حل نکالیں۔ مگر ڈاکٹروں نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ انسان کی آنکھ کو صاف رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنکھ کا یہ پردہ بنایا ہے اور اس پردے کو وائپر بنا دیا ہے۔ جو انسان کی آنکھ کی سکرین کو خود بخود صاف کرتا رہتا ہے۔ ہم کھانا کھا رہے ہوتے ہیں، پانی پی رہے ہوتے ہیں، بات کر رہے ہوتے ہیں، مگر ہمیں پتہ ہی نہیں ہوتا اور پلک خود بخود جھپک رہی ہوتی ہے۔ اب آپ کی آنکھ کا وائپر ختم ہو چکا ہے اس لئے آپ کو یہ آنکھ بار بار صاف کرنا پڑے گی۔ ڈاکٹر کی بات سن کر وہ کہنے لگے، اے اللہ! پلک کا جھپکنا تیری کتنی بڑی نعمت تھی۔

دمہ کے مریضوں کی بے چینی:۔

آپ ذرا اس آدمی کو دیکھیں جو Asthma (دمہ) کا مریض ہو۔ ہم نے ایسے مریضوں کو دیکھا ہے۔ ان بیچاروں کی اندر کی سانس اندر اور باہر کی باہر رہتی ہے۔ ان کی حالت بالکل ایسے ہوتی ہے جیسے مرغ نیم بسمل کی تڑپتے وقت ہوتی ہے، سانس ان کے قابو میں نہیں ہوتی۔ گویا سانس کا آرام سے اندر چلے جانا اور پھر اندر سے آرام سے باہر آ جانا اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ایسے مریضوں نے اپنے پاس پمپ رکھے ہوتے ہیں۔ ذرا سی گرد یا مٹی آ جائے تو پمپ لگا لیتے ہیں اور کہتے ہیں جی کہ کیا کریں، سانس اکھڑ جاتا ہے۔

پیالہ بھر پانی کی قیمت:۔

ایک مرتبہ سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے۔ وقت کا بادشاہ ہارون الرشید اس وقت ان کے دربار میں موجود تھا۔ ہارون الرشید کو پیاس لگی۔ اس نے اپنے خادم سے کہا کہ مجھے پانی پلاؤ۔ خادم ایک گلاس میں ٹھنڈا پانی لے کر آیا۔ جب بادشاہ نے گلاس ہاتھ میں پکڑ لیا تو سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں کہا کہ بادشاہ سلامت! ذرا رک جائیے۔ وہ رک گئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے ایک بات بتائیے کہ جیسے آپ کو ابھی پیاس لگی ہے ایسے ہی آپ کو پیاس لگے اور پوری دنیا میں اس پانی کے سوا کہیں اور پانی نہ ہو تو آپ یہ بتائیں کہ آپ اس پیالے کو کتنی قیمت میں خریدنے پر تیار ہو جائیں گے؟ ہارون الرشید نے کہا، میں تو آدھی سلطنت دے دوں گا۔ پھر سلیمان بن حرب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر آپ یہ پانی پی لیں اور یہ آپ کے پیٹ میں چلا جائے، لیکن اندر جا کر آپ کا پیشاب بند ہو جائے اور پھر وہ نکل نہ پائے اور پوری دنیا میں صرف ایک ڈاکٹر یا حکیم ہو جو اسے نکال سکتا ہو تو بتائیے کہ اس کو نکالنے کی فیس کتنی دیں گے؟ سوچ کر ہارون الرشید نے کہا، بقیہ آدھی سلطنت بھی اس کو دے دوں گا۔ وہ کہنے لگے، بادشاہ سلامت! ذرا غور کرنا کہ آپ کی پوری سلطنت پانی کا ایک پیالہ پینے اور پیشاب بن کر نکلنے کے برابر ہے۔ اللہ اکبر کبیرا

اگر ہم اللہ رب العزت کی نعمتوں پر غور کریں تو پھر دل سے یہ آواز نکلے گی کہ ہمیں اپنے رب کا بہت زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔ ہم پر تو اس کی بڑی نعمتیں ہیں۔ ہم تو واقعی ان کا شکر ادا ہی نہیں کر سکتے۔

اولاد والی نعمت:۔

جن کے پاس اولاد ہے وہ ذرا اس بندے سے بات کر کے دیکھیں جس کو اولاد نہیں ملی۔ ہم نے لوگوں کو اولاد کے لئے روتے ہوئے دیکھا ہے۔ عورتیں بیچاری رو رو کر اللہ سے اولاد مانگتی ہیں کہ اے اللہ! ہمیں

اولا دوالی نعمت عطا فرما　مگر اولا د نہیں ملتی۔ ڈاکٹروں کو فیس بھی دیتی ہیں، چیک اپ بھی کرواتی ہیں، اور سارا کچھ کرنے کے بعد پھر بھی روکر دعائیں مانگ رہی ہوتی ہیں۔ پروردگار نے ہمیں جو اولا د عطا فرمائی ہے وہ اللہ رب العزت کا کتنا بڑا اکرم ہے۔

بھکاری عورتوں کا مقدر:۔

آپ نے بڑے شہروں میں دیکھا ہوگا کہ وہاں لڑکیاں اور عورتیں مانگنے والی پھر رہی ہوتی ہیں۔ کئی مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ آپ سٹاپ پر کھڑے ہوتے ہیں۔ اچانک کوئی شیشہ کھٹکھٹا تا ہے، آپ دیکھتے ہیں تو مانگنے والی عورت نظر آتی ہے۔ جب کوئی مانگنے والی عورت دروازہ کھٹکھٹاتی ہے تو میرا دل کانپ جاتا ہے اور ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اے اللہ! یہ بھی تو کسی کی بیٹی ہوگی، کسی کی بہن ہوگی اور کسی کی ماں ہوگی۔ آپ نے اس کا کیا مقدر بنایا کہ یہ غیر مردوں کے سامنے اپنے ہاتھ پھیلاتی پھرتی ہے، دھوپ میں دھکے کھاتی پھرتی ہے، کبھی اس کے پاس کبھی اس کے پاس۔ اس پر کیسی کیسی نگاہیں پڑتی ہیں، اسے کیسی کیسی باتیں سننا پڑتی ہیں، کوئی دے دیتا ہے کوئی ٹھکرا دیتا ہے اور یہ مانگ کر ٹکڑے کھا رہی ہوتی ہے۔ آپ نے ہماری عورتوں کو گھر کے اندر پردے میں رہ کر من مرضی کی غذائیں پکا کر کھانے کی جو نعمت دی، ہم تو اس نعمت کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتے۔ اگر خدانخواستہ ہماری عورتوں کو بھی روٹی کے لئے گھر سے باہر نکلنا پڑتا تو کیا بنتا؟ یہ غیرتیں کدھر جاتیں۔ ہماری عزتیں اس لئے محفوظ ہیں کہ گھر بیٹھے رزق مل جاتا ہے، ہم اپنی من پسند کے کھانے کھاتے ہیں۔ صبح اٹھ کر عورتیں میاں سے پوچھتی ہیں کہ آج کیا پکانا ہے یعنی اللہ رب العزت نے اتنا دیا ہوا ہے کہ جو چاہیں پکا سکتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے۔ ہمیں اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

اپنی اوقات کو نہ بھولیں:۔

انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی اوقات کو یاد رکھے۔ یاد رکھنا کہ جو بندہ اپنی اوقات بھول جاتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ آزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔ اس بات کا استحضار رہے کہ ہم کیا تھے اور کیا بنے پھرتے ہیں۔ ذرا بتائیں کہ جب ہم دنیا میں آئے تھے اس وقت کیا مال ہمارے پاس تھا؟ کیا مکان ہمارے پاس تھا؟ کیا بیوی بچے تھے؟ نہیں، کچھ بھی نہیں تھا، سب کچھ دنیا میں ملا۔ یہ سب کچھ کس نے دیا؟ اللہ رب العزت نے دیا۔

ایک بے ادب کی سرزنش:۔

ایک بے ادب اور گستاخ آدمی مجھے کہنے لگا کہ یہ سب کچھ ہم نے اپنی عقل سے کمایا، اچھے فیصلے کئے اور محنت سے کمایا۔ میں نے کہا، اچھا یہ بتاؤ کہ تمہیں عقل کس نے دی؟ وہ کہنے لگا، اللہ نے۔ میں نے کہا، تمہیں محنت کرنے کی توفیق کسی نے دی؟ وہ کہنے لگا، اللہ نے۔ میں نے کہا کہ پھر معلوم یہ ہوا کہ رزق تو پھر اللہ نے ہی دیا۔

ایک سبق آموز حکایت:۔

حضرت مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ ترجمان السنہ میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے تین آدمی تھے۔ ان میں سے ایک آدمی برص کا مریض تھا۔ اس کے پاس ایک آدمی نے آ کر کہا کہ بھئی! کیا آپ کی کوئی پریشانی ہے؟ اس نے کہا، میں کونسی پریشانی آپ کو بتاؤں؟ ایک تو میں برص کا مریض ہوں جس کی وجہ سے لوگ میری شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے اور دوسرا رزق کی بڑی تنگی ہے۔ اس آدمی نے کہا، اچھا اللہ تعالیٰ آپ کی بیماری بھی دور کر دے اور آپ کے رزق میں برکت بھی عطا فرما دے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بیماری بھی دور کر دی اور اللہ تعالیٰ نے اسے ایک اونٹنی عطا فرمائی۔ اس اونٹنی

کی نسل اتنی بڑھی کہ وہ ہزاروں اونٹوں اور اونٹنیوں کے ریوڑ کا مالک بن گیا۔جس کی وجہ سے وہ بڑا امیر آدمی بن گیا اور رہائش کے لئے محلات بنا لئے۔

دوسرا آدمی گنجا تھا۔وہ آدمی اس گنجے کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا تمہاری کوئی پریشانی ہے؟ اس نے کہا، جناب میرے سر پر تو بال ہی نہیں ہیں۔جس کے پاس بیٹھوں وہی مذاق کرتا ہے، جو کاروبار کرتا ہوں ٹھیک نہیں چلتا۔اس نے کہا، اچھا اللہ تعالیٰ تجھے سر پر خوبصورت بال بھی عطا کرے اور تجھے اللہ تعالیٰ رزق بھی دے دیں۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک گائے عطا کی۔اس گائے کی نسل اتنی بڑھی کہ وہ ہزاروں گائیوں کے ریوڑ کا مالک بن گیا۔وہ بھی عالیشان محل میں بڑی ٹھاٹھ کی زندگی گزارنے لگ گیا۔

تیسرا آدمی آنکھوں سے اندھا تھا۔وہ آدمی اس اندھے کے پاس گیا اور اس سے پوچھا، بھئی! آپ کو کوئی پریشانی تو نہیں؟ اس نے کہا، جی میں تو دربدر کی ٹھوکریں کھاتا ہوں۔لوگوں کے گھروں سے جا کر مانگتا ہوں، ہاتھ پھیلاتا ہوں، میری بھی کوئی زندگی ہے، ٹکڑے مانگ کر کھاتا پھرتا ہوں، میں نہ اپنی ماں کو دیکھ سکتا ہوں اور نہ باپ کو، اس کے علاوہ رزق کی تنگی بھی ہے۔اس آدمی نے اس کی بینائی کے لئے اور رزق کی فراخی کے لئے دعا کر دی۔اللہ تعالیٰ نے اسے بینائی بھی دے دی اور اس کو ایک بکری دی۔اس بکری کا ریوڑ اتنا بڑھا کہ وہ ہزاروں بکریوں کا مالک بن گیا۔اس طرح وہ بھی عالیشان محل میں عزت کی زندگی گزارنے لگ گیا۔کئی سالوں کے بعد وہ تینوں اپنے وقت کے سیٹھ کہلانے لگے۔

کافی عرصہ گزرنے کے بعد وہی آدمی پہلے کے پاس آیا۔اس نے اسے کہا کہ میں ایک محتاج ہوں، اللہ کے نام پر مانگنے کے لئے آیا ہوں۔اسی اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا، آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا، آج اتنا کچھ آپ کے پاس ہے، آپ اس میں سے اسی اللہ کے نام پر مجھے بھی کچھ دے دیں۔جب اس نے سنا کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا تو اس کا پارہ چڑھ گیا اور کہنے لگا، ذلیل قسم کے لوگ مانگنے کے

لئے آجاتے ہیں، خبردار! آئندہ ایسی بات نہ کرنا، میں امیر، میرا باپ امیر اور میرا پردادا امیر تھا۔ ہم تو جدی پشتی امیر ہیں، تم کون ہو بات کرنے والے کہ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا، چلے جاؤ یہاں سے ورنہ میں جوتے لگواؤں گا۔ چنانچہ اس نے کہا، اچھا میاں! ناراض نہ ہونا، تم جیسے تھے اللہ تمہیں ویسا ہی کر دے۔ وہ جب یہ کہہ کر چلا گیا تو اس کے جانوروں میں ایک بیماری پڑ گئی اور اس کے سب اونٹ وغیرہ مر گئے اور برص کی بیماری بھی دوبارہ لگ گئی، گویا وہ جس پوزیشن میں تھا اسی پوزیشن میں دوبارہ لوٹ آیا۔

اس کے بعد وہ دوسرے شخص کے پاس گیا اور اسے کہا کہ میں محتاج ہوں، میں اسی اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہوں جس نے آپ کو سب کچھ دیا ہے، آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں تھا، آج اتنا کچھ ہے۔ جب اس نے یہ بات کی تو وہ بڑا غصے میں آ گیا اور کہنے لگا، تم تو مفت خورے ہو، ہم نے کما کر اتنا کچھ بنایا ہے، میں نے فلاں سودا کیا تو اتنی بچت ہوئی اور فلاں سودا کیا تو اتنے کمائے، لوگ مجھے بڑا بزنس مائینڈڈ کہتے ہیں۔ میری تو یہ خون پسینے کی کمائی ہے، ایسے ہی درختوں سے توڑ کر نہیں لائے اور نہ یہ چوری کا مال ہے۔ اب چلا جا یہاں سے ورنہ دو تھپڑ لگاؤں گا۔ جب اس امیر ادمی نے خوب ڈانٹ ڈپٹ کی تو اس نے کہا، بھئی! ناراض نہ ہونا، تم جیسے پہلے تھے اللہ تمہیں دوبارہ ویسے ہی کر دے۔ چنانچہ اس کے سر کے بال بھی غائب ہو گئے اور اللہ رب العزت نے اس کی گائیوں میں ایک ایسی بیماری پیدا کر دی جس سے سب گائیں مر گئیں۔ اس طرح وہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی بن گیا۔

اس کے بعد وہ آدمی تیسرے کے پاس گیا اور اسے کہا، بھئی! میں اللہ کے نام پر مانگنے آیا ہوں، محتاج ہوں، آپ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا، اب اسی اللہ کے نام پر مجھے بھی کچھ دے دو۔ جب اس نے یہ بات کی تو اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ کہنے لگا، بھئی! تم نے بالکل سچ کہا، میں تو اندھا تھا، لوگوں کے لئے تو رات کو اندھیرا ہوتا ہے اور میرے لئے تو دن میں بھی اندھیرا ہوا

کرتا تھا، میں تو در در کی ٹھوکریں کھاتا تھا، لوگوں سے مانگ کر زندگی گزارتا تھا، میری بھی کوئی حالت تھی؟ کوئی خدا کا بندہ آیا، اس نے مجھے دعا دی، اللہ نے مجھے بینائی بھی دے دی اور اتنا رزق بھی دے دیا۔ آج آپ اس اللہ کے نام پر مانگنے کے لئے آئے ہیں تو میاں! ان دو پہاڑوں کے درمیان ہزاروں بکریاں پھر رہی ہیں، جتنی چاہو تم اللہ کے نام پر لے جاؤ۔ جب اس امیر ادمی نے یہ بات کی تو مخاطب کہنے لگا، مبارک ہو، میں تو اللہ تعالیٰ کا فرشتہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھے تین بندوں کی طرف آزمائش بنا کر بھیجا تھا، دو تو اپنی اوقات کو بھول گئے ہیں مگر تم نے اپنی اوقات کو یاد رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے مال میں اور زیادہ برکت عطا فرمائے۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ وہ آدمی بنی اسرائیل کا سب سے بڑا امیر کبیر آدمی تھا۔ ثابت ہوا کہ بندہ اگر اپنی اوقات اور بنیاد کو یاد رکھے تو اللہ تعالیٰ برکت دے دیتے ہیں۔

تکبّر کا بول:۔

آپ نے کئی لوگوں کو دیکھا ہوگا، ان کا کام بڑا اچھا ہوتا ہے، پھر یک دم سب نیچے آجاتے ہیں۔ پھر آ کر کہتے ہیں کہ حضرت! پہلے لاکھوں لینے تھے، اب لاکھوں دینے ہیں۔ پہلے ہم مٹی کو ہاتھ لگاتے تھے تو سونا بن جاتا تھا اور اب سونے کو ہاتھ لگاتے ہیں تو مٹی بن جاتا ہے، پتہ نہیں کیا ہوگیا ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ یا تو وہ اپنی اوقات کو بھول کر ناشکری کرتے ہیں یا پھر کوئی تکبّر کا بول بولتے ہیں۔ تکبّر کا بول اللہ تعالیٰ کو بڑا ناپسند ہے۔ اس کی وجہ سے اللہ رب العزت ان سے نعمتیں واپس لے لیتے ہیں۔

میز کے دوسری طرف:۔

میرے دوستو! یہ بات یاد رکھنا کہ جو پروردگار دینا چاہتا ہے وہ پروردگار لینا بھی جانتا ہے۔ بندے کو بندگی اور عاجزی ہی سجتی ہے۔ لیکن جو بندہ ''میں'' دکھائے اور اس میں بڑا پن آجائے تو پھر اللہ رب

العزت اس کے حالات کا رخ بدل دیتے ہیں۔

He can put us on the other side of the table.

وہ جب چاہے ہمیں میز کے دوسری طرف بٹھا سکتا ہے۔آج اس نے دینے والا بنایا ہے، اگر وہ چاہے تو کل ہمیں لینے والا بھی بنا سکتا ہے۔پھر ہم مانگتے پھر رہے ہوں گے۔

ایک زریں اصول:۔

میرے دوستو! ایک اصول یاد رکھنا کہ نعمتوں کی قدر دانی کے لئے نعمتوں کے چھن جانے کا انتظار نہ کرنا، بلکہ اس سے پہلے پہلے نعمتوں کی قدر کر لینا۔کیونکہ نعمتوں کے چھن جانے کے بعد تو یہ ضرب المثل صادق آتی ہے ''اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت'' آج کے اس پورے بیان کا خلاصہ جو یہ عاجز آپ کو سمجھانا چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ نعمتوں کی موجودگی میں نعمتوں کی قدر دانی کرنا سیکھئے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نعمتوں میں اور زیادہ اضافہ فرمادیں گے اور اگر ہم تکبّر کی باتیں کریں گے تو یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تکبّر کو ناپسند فرماتے ہیں۔

تکبّر کی سزا:۔

ہمارے شہر میں ایک بڑا زمیندار آدمی تھا۔انگریزوں کی حکومت نے اسے اتنی زمینیں دیں کہ ریل گاڑی چلتی تو اگلا سٹیشن اسی کی زمین میں آتا تھا، پھر ریل گاڑی چلتی تو دوسرا اسٹیشن بھی اس کی زمین ہی میں آتا تھا، پھر ریل گاڑی چلتی تو تیسرا اسٹیشن بھی اس کی زمین میں آتا تھا۔گویا ریل گاڑی کے تین اسٹیشن اس کی زمینوں میں آتے تھے۔وہ اربوں پتی آدمی تھا۔اس کا عالیشان گھر تھا، خوبصورت بیوی تھی اور ایک ہی بیٹا تھا۔اس کی زندگی ٹھاٹھ کی گزر رہی تھی۔وہ ایک مرتبہ اپنے دوستوں کے ساتھ شہر کے ایک چوک میں کھڑا آئس کریم کھا رہا تھا۔اسی دوران اس کے دوستوں نے کہا کہ آج کل کاروبار اچھا نہیں ہے،

کچھ پریشانی ہے اور ہم مصروف رہتے ہیں۔ یہ سن کر اس کے اندر ''میں'' آئی اور وہ کہنے لگا، یار! تم بھی کیا ہو، ہر وقت پریشان پھرتے ہو کہ آئے گا کہاں سے؟ لیکن میں تو پریشان پھرتا ہوں کہ لگاؤں گا کہاں پہ۔ میری تو اکیس نسلوں کو بھی کمانے کی پروا نہیں ہے۔

جب اس نے تکبّر کی یہ بات کی تو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند آئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ چھ مہینوں کے اندر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ پیچھے اس کا نوجوان بیٹا تھا۔ اس کی عمر سترہ اٹھارہ سال تھی۔ وہ اس کی ساری جائیداد کا وارث بن گیا۔ اٹھتی جوانی تھی اور پیسہ بھی بے حد و حساب تھا۔ اسی طرح کے اس کے دوست بھی بن گئے جنہوں نے اس کو غلط راستے پر ڈال دیا۔ اس کو شباب اور شراب والے کام سکھا دیئے۔ اٹھتی جوانی میں یہ جنسی گناہ بڑےAttractive (پرکشش) ہوتے ہیں۔ آدمی چاہتا ہے کہ کھانا ملے یا نہ ملے البتہ یہ گناہ کرنے کا موقع ضرور ملنا چاہیے۔ چنانچہ اس کو روزانہ نئے مہمان مل جاتے۔ اس طرح وہ پیسہ پانی کی طرح بہانے لگ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے بڑے شہروں کا رخ کر لیا۔ اس نے چند سالوں میں خوب جی بھر کر عیاشی کی۔ اسے کوئی ایسا دوست ملا جس نے اسے کہا کہ آؤ ذرا ہم تمہیں باہر ملک کی سیر کراوتے ہیں۔ وہ اسے تھائی لینڈ لے گیا۔ وہاں پر اس نے چٹی چمڑی (گورے رنگ والی لڑکیوں) سے اس کا تعارف کروا دیا۔ وہاں کے کلبوں میں بھی دریا کی طرح پیسہ بہایا۔ وہاں اس نے ساری ساری رات عیاشی کرنے میں گزار دی۔ حتیٰ کہ سارا بنک بیلنس ختم ہو گیا۔

اب نہ صحت رہی اور نہ پیسہ رہا۔ ایک وہ وقت بھی آیا کہ واپس آکر اس کو گھر بھی بیچنا پڑ گیا۔ چنانچہ جب گھر بھی بک گیا تو اس نے فٹ پاتھ پر سونا شروع کر دیا اور جس چوک میں کھڑے ہو کر اس کے باپ نے تکبّر کی بات کی تھی اسی چوک میں اس کا یہ بیٹا کھڑے ہو کر بھیک مانگا کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ تمہیں ہم نے جو اتنا دیا ہے اس پر تکبّر کرتے ہو، کہتے ہو کہ میں پریشان ہوں کہ

لگاؤں گا کہاں پہ اور تم کہتے ہو کہ میری اکیس نسلوں کو بھی کمانے کی پروانہیں۔نہیں، جہاں تم کھڑے ہو، یہیں تمہارا بیٹا کھڑا ہو کر بھیک مانگا کرے گا۔ میرے دوستو! ہوسکتا ہے کہ باقی گناہوں کی سزا فقط آخرت میں ملے، لیکن تکبّر وہ گناہ ہے کہ جس کی آخرت میں سزا تو ملے گی ہی سہی، اللہ تعالیٰ اس کی سزا دنیا میں بھی ضرور دیا کرتے ہیں۔

شکر کا مفہوم:۔

لفظ ''شکر'' کا معنی اور مفہوم کیا ہے؟ اپنے محسن کے احسانات کو یاد کرتے ہوئے اس کی تعریفیں کرنا، اس کی بات کو مان لینا اور اس کی نافرمانی کرنے سے شرما جانا شکر کہلاتا ہے۔

احسانات کو یاد کر کے اس کی تعریف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آج کوئی سیون اپ پلا دے تو اسے Thankyou کہہ دیتے ہیں۔ جو سوڈے کی بوتل پلا دے اس کا تو شکریہ ادا کرتے ہیں اور جو روز صبح دوپہر شام کھانا کھلائے اس کا شکرادا کرنا یاد ہی نہیں ہوتا۔جس نے بیٹے کی نوکری لگوادی اس کی تعریفیں کرتے ہوئے تھکتے نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ جی اس نے میرے بیٹے کی نوکری لگوائی ہے اور جو سارے گھر والوں کو رزق دینے والی ذات ہے اس کی تعریف زبان سے نکلتی ہی نہیں ہے۔محسن کی بات کو مان لینا بھی اس کا شکر ہی ہوتا ہے۔اور اس کی نافرمانی کرنے سے شرمانا، کہ بھئی! اس کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں، اس کی تو مجھ پر بڑی نوازشات ہیں جن کی وجہ سے میں انکارنہیں کرسکا، یہ بھی شکر ہے۔ عام دستور بھی ہے کہ آدمی کہتے ہیں کہ فلاں کے پاس مجھے جانا ہے، اس نے کام کہا تھا، اس کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں، میں اگر اب اس کا کام نہیں کروں گا تو وہ مجھے کیا کہے گا۔

احساس شکر پیدا کرنے کی ضرورت:۔

ہمیں چاہئے کہ ہم تینوں طرح سے اللہ کا شکرادا کریں۔ایک تو زبان سے اپنے رب کی تعریفیں ڈٹ کر

کریں۔ جتنی تعریفیں کر سکتے ہیں خوب کریں۔ مگر آج تو یہ حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنا دیا ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ ساتھ دس اور گھروں کی بھی آسانی سے کفالت کر سکتا ہے، مگر جب اس سے پوچھیں کہ کاروبار کا کیا حال ہے تو وہ کہتا ہے کہ جی بس گزارہ ہے۔ میرے دوستو! اس سے بڑا ناشکری والا لفظ اور کونسا ہے؟ زبان چھوٹی کیوں ہوگئی؟ کیوں نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میری اوقات سے بڑھ کر عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے کاموں میں برکت عطا کی ہوئی ہے۔ پروردگار نے مجھے جتنا کچھ دیا ہوا ہے میں تو اس کے قابل نہیں تھا۔ میں تو اللہ کی نعمتوں کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔ اگر میں زندگی بھر سجدے میں سر ڈالے رکھوں تو میں پھر بھی اپنے پروردگار کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ میرا تو اگر بس چلے تو میں تو اللہ کے نام پر قربان ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسے بے قدرے کو بھی نعمتیں دے دی ہیں۔ اگر ہم سوچیں تو ہم واقعی بے قدرے ہیں۔ ہمارا پروردگار کتنا بلند و بالا ہے۔ جو بے قدروں کو بھی نعمتیں دے دیتا ہے۔ یوں احساس شکر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

لسانی شکر:۔

ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر وقت اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کی تعریفیں کریں۔ مثال کے طور پر جب ہم ٹھنڈا پانی پئیں تو الحمد للہ کہیں اور گرم روٹی کھائیں تو الحمد للہ کہیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس بندے نے کسی نعمت پر الحمد للہ کہہ دیا گویا اس نے اس نعمت کا شکر ادا کر دیا۔ بیٹے پر نظر پڑے تو الحمد للہ کہیں، گھر پر نظر پڑے تو الحمد للہ کہیں، دکان پر جا کر بیٹھیں تو الحمد للہ کہیں۔ اللہ کا شکر ادا کریں کہ اے اللہ! ایک مکان کی چھت ہے اور ایک اس کے اوپر نیلی چھت ہے، تو نے دو چھتوں کے نیچے زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما دی۔ وہ بھی تو ہیں جو نیلی چھت کے نیچے پڑے ہوتے ہیں۔ ان کے پاس سردی گرمی سے بچنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی۔

میرے دوستو! اپنے گھروں میں الحمدللہ کہنے کی عادت خوب ڈالیں ۔ ہمارے ماحول معاشرے میں بہت کم لوگ الحمدللہ کہتے ہیں ۔ یہ بات عورتوں کو سکھانی چاہیئے تا کہ وہ اپنے بچوں کو سکھائیں ۔ہم اپنی روزمرہ کی زندگی میں کہا کریں کہ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کامیابی دے دی ۔الحمدللہ خوب کہا کریں ۔ دوسرا سبحان اللہ بار بار کہا کریں ۔تیسرا لفظ اللہ اکبر ہے،ایک اور لفظ لا الہ الا اللہ ہے اگر یہ الفاظ اکثر زبان پر رکھیں گے تو گویا یہ لسانی شکر ادا ہو جائے گا۔

جسمانی شکر:۔

کوشش کیا کریں کہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی فرمانبرداری کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا(المؤمنون:51) اے رُسل! تم پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک کام کرو۔ چونکہ ہم اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتے ہیں اسی لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم اس کی عبادت بھی خوب کریں۔ یہ جسمانی شکر ہوگا۔

نعمتوں کی بقا کا آسان طریقہ:۔

اللہ رب العزت فرماتے ہیں

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (ابراھیم:7) اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتیں ضرور بالضرور اور زیادہ عطا کریں گے۔ گویا شکر ایک ایسا عمل ہے کہ جس کی وجہ سے نعمتیں باقی بھی رہتی ہیں اور بڑھتی بھی چلی جاتی ہیں۔نعمتوں کو باقی رکھنے کے لئے آسان طریقہ یہی ہے۔

ٹوٹے رشتے وہ جوڑ دیتا ہے بات رب پہ جو چھوڑ دیتا ہے
اس کے لطف و کرم کا کیا کہنا لاکھ مانگو کروڑ دیتا ہے

یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ مانگنے والوں کو اپنے مانگنے میں کمی کا شکوہ رہا جب کہ دینے والے کے خزانے بہت زیادہ ہیں اور مانگنے والوں کے دامن چھوٹے ہیں جو جلدی بھر جاتے ہیں۔

قوم سبا کا عبرتناک انجام:۔

میرے دوستو! اگر ہم ناشکری کریں گے یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریفیں بھی نہ کریں اس کے حکموں کی فرمانبرداری بھی نہ کریں اور گناہوں سے بھی نہ بچیں تو پھر اللہ رب العزت اپنی نعمتوں کو واپس لے لیں گے۔اس لئے کفران نعمت سے بچنے کی ضرورت ہے۔

قرآن مجید میں ایک قوم کا تذکرہ موجود ہے۔ جسے قوم سبا کہتے ہیں۔مفسّرین نے لکھا ہے کہ اس زمانے میں ان کے راستے کے دونوں طرف باغات ہوتے تھے۔پھلوں کی اتنی بہتات ہوتی تھی کہ اگر کوئی آدمی خالی ٹوکری لے کر باغات میں سے گزرتا تو گرنے والے پھلوں سے اس کی ٹوکری بھر جایا کرتی تھی۔پھل توڑنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی تھی۔ان کے ہاں یہ بھی دستور تھا کہ جہاں سے بھی کوئی پھل توڑنا چاہتا تھا توڑ سکتا تھا۔کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی، اس طرح وہ ہر وقت پھل کھایا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس قوم سے فرمایا کُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّکُمْ وَاشْکُرُوْا لَہٗ (سبا:15) میرا دیا ہوا رزق کھاؤ اور میرا شکرادا کرو،مگر وہ ناشکرے نکلے۔اور کہنے لگے،اے اللہ! ہر طرف سبزہ ہے، باغات اور پھل ہیں ہم تو ان کو دیکھ دیکھ کر تنگ آ گئے ہیں۔ہم ایک شہر سے دوسرے شہر سفر کرتے ہیں تو پتہ ہی نہیں چلتا کیونکہ ہر طرف درخت ہوتے ہیں اور دوسرا شہر آ جاتا ہے، درمیان میں اگر کوئی ویرانہ ہوتا تو پتہ چلتا کہ ہم ایک شہر سے دوسرے شہر میں جا رہے ہیں۔جب انہوں نے ناشکری کی یہ بات کی تو اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر کے پانی کو خشک کر دیا۔جب پانی خشک ہو گیا تو سب باغات کے درخت سوکھ گئے اور نتیجہ یہ نکلا کہ وہ

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم کر دیئے گئے اور کھانے کو بھی ترسنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ میرے دوستو! قیامت کے دن آپ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمیں کوئی قرآن سنانے والا نہیں آیا تھا جو ہمیں کھول کھول کر بتاتا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی کتنی کتنی نعمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ (سبا:15) قوم سبا کے گھروں میں بڑی نشانیاں ہیں۔ وہ جن راستوں پر چلتے تھے ان کے دائیں طف بھی باغ ہوتے تھے اور بائیں طرف بھی باغ ہوتے تھے۔ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (سبا:15) میرا دیا ہوا رزق کھاؤ اور میرا شکر ادا کرو، کتنا پاکیزہ شہر ہے، تمہارا پروردگار تو مغفرت والا ہے۔ مگر وہ اس نعمت کی قدر نہ کر سکے اور کہنے لگے رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا (سبا:17) اے اللہ! درمیان میں کوئی کھلی جگہ اور ویرانے ہوتے تاکہ ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہوئے پتہ چلتا کہ سفر کیا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے باغات کو ختم فرما دیا اور پھر آخر پر فرمایا ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْ اِلَّا الْكَفُوْرَ (سبا:17) انہوں نے نعمتوں کی ناقدری کی اور ہم نے ان کی نعمتوں کی ناقدری کا یہ بدلہ دیا۔ اور ناشکروں کا تو یہی بدلہ ہوتا ہے۔

بھوک ننگ اور خوف کا لباس:۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ایک اور بستی والوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس بستی والوں کے پاس امن بھی تھا اور اطمینان بھی تھا۔ مطلب یہ ہے کہ باہر کے دشمن کا کوئی خوف نہیں تھا بلکہ امن تھا، اور اندر کا کوئی غم نہیں تھا بلکہ اطمینان تھا۔ اور ان پر چاروں طرف سے رزق کی بہتات ہوتی تھی۔ لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناقدری کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے ان کو خوف اور بھوک ننگ کا لباس پہنا دیا۔ یہاں

اللہ تعالیٰ نے لباس کا لفظ استعمال فرایا ہے۔اس کے بارے میں مفسّرین نے عجیب نکتہ لکھا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح لباس بندے کے پورے جسم پر آتا ہے۔اسی طرح بھوکے آدمی کا پورا جسم نحیف ہوتا ہے۔ گویا وہ بھوک کا لباس ہے۔اور جو بندہ ڈر جاتا ہے اس کا پورا جسم پیلا پڑ جاتا ہے۔گویا وہ پیلا ہٹ بھی پورے جسم کا لباس ہے۔اللہ تعالیٰ گویا یہ فرما رہے ہیں کہ جس طرح لباس پورے جسم پر پہنا دیتے ہیں اسی طرح ہم نے ان کو بھوک ننگ اور خوف کا لباس پہنا دیا۔ سنئے قرآن عظیم الشان وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً (النحل:112) اور اللہ مثال بیان فرماتا ہے ایک بستی والوں کی جن کے پاس امن بھی تھا اور اطمینان بھی تھا۔يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ (النحل:112) ان پر چاروں طرف سے رزق کی بارش تھی۔مگر فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ (النحل:112) انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناقدری کی۔ پھر کیا ہوا؟ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (النحل:112) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک ننگ اور خوف کا لباس پہنا دیا کیونکہ وہ کرتوت ہی ایسے کرتے تھے۔

ہمارے شکووں کا علاج:۔

میرے دوستو! آج ہم اپنی زندگیوں کو دیکھیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ بھوک ننگ اور خوف کا لباس ہمیں بھی پہنا دیا گیا ہو۔لگتا تو یہی ہے کہ آج ہمیں بھی بھوک ننگ اور خوف کا لباس پہنا دیا گیا ہے کیونکہ ہر بندہ شکوہ کرتا پھرتا ہے، کاروبار والا بھی شکوہ کر رہا ہے اور ملازم بھی شکورہ کر رہا ہے۔ آج کا امیر بھی شکوہ کر رہا ہے اور غریب بھی شکوہ کر رہا ہے۔خوف بھی ہر بندے کے دل میں ہے کہ کہیں یہ نہ ہو جائے، وہ نہ ہو جائے، فلاں نے حملہ کر دیا تو کیا بنے گا، یوں لگتا ہے کہ ہماری نعمتوں کی ناقدریوں کی وجہ سے اللہ

رب العزت نے ہمیں بھوک ننگ اور خوف کا لباس پہنا دیا ہے۔اس کا علاج یہ ہے کہ ہم کثرت سے استغفار کریں اور اپنے روٹھے ہوئے رب کو منانے کی کوشش کریں۔

شکوے کی پٹی:۔

رابعہ بصریہؒ ایک مرتبہ کہیں کھڑی تھیں۔ان کے قریب سے ایک نوجوان گزرا۔اس نے اپنے سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔انہوں نے پوچھا، بیٹا! کیا ہوا؟ اس نے کہا، اماں! میرے سر میں درد ہے جس کی وجہ سے پٹی باندھی ہوئی ہے، پہلے تو کبھی درد نہیں ہوا۔انہوں نے پوچھا، بیٹا! آپ کی عمر کتنی ہے؟ وہ کہنے لگا ، جی میری عمر تیس سال ہے۔یہ سن کر وہ فرمانے لگیں، بیٹا! تیرے سر میں تیس سال تک درد نہیں ہوا تو نے شکر کی پٹی تو کبھی نہ باندھی، تجھے پہلی دفعہ درد ہوا ہے تو تو نے شکوے شکایت کی پٹی فوراً باندھ لی ہے۔ ہمارا حال بھی یہی ہے کہ ہم سالہا سال اس کی نعمتیں اور سکون کی زندگی گزارتے ہیں، ہم اس کا تو شکرادا نہیں کرتے اور جب ذرا سی تکلیف پہنچتی ہے تو فوراً شکوے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

میاں بیوی کے شکوے:۔

میاں اپنی بیوی کو پوری زندگی سکون مہیا کرے اور کبھی ذرا سی تنگی آئے تو وہ کہنے لگتی ہے کہ میں نے تیرے گھر میں آ کر دیکھا ہی کیا ہے۔آپ جو کچھ کرتے ہیں اپنے بچوں کے لئے کرتے ہیں کونسا میرے لئے کرتے ہیں۔ایسے ہی ناشکری کے بول بولنا شروع کر دیتی ہے۔یہی حال خاوندوں کا ہے۔ بیویاں تو گھر میں باندیوں کی طرح رہتی ہیں اور پاکدامن زندگیاں گزارتی ہیں مگر وہ ان کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔بلکہ اگر وہ بات کرنا چاہیں تو وہ ان کی بات سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔یہ بھی ناشکری کرنے والے ہیں۔

شکر کرنے والے سائل کی دلجوئی:۔

ایک مرتبہ مرتبہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک سائل آیا۔ اس نے کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میں محتاج ہوں اس لئے اللہ کے لئے مجھے کچھ دے دیجئے۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پاس ایک کھجور تھی۔ آپ ﷺ نے وہ کھجور اٹھا کر اس سائل کو دے دی۔ اس سائل نے کھجور تو لے لی مگر اس کو اطمینان نہ ہوا اور وہ مزید کا طلبگار رہا۔ بالآخر نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اسے بھیج ہی دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک اور سائل آیا۔ اس نے بھی سوال کیا۔ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ایک کھجور اس کو بھی دے دی۔ وہ کھجور لے کر بہت ہی خوش ہوا کہ مجھے اللہ کے محبوب ﷺ کے ہاتھوں سے کھجور ملی ہے۔ وہ آپ ﷺ کا شکر ادا کرنے لگا اور کہنے لگا کہ آپ کا بڑا احسان ہے کہ آپ نے مجھے یہ کھجور عطا کر دی۔ جب اس نے نعمت کی قدردانی کی تو اللہ کے محبوب ﷺ نے اپنی خادمہ سے کہا کہ ام سلمیٰؓ کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ کیا اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے کچھ موجود ہے؟ وہ گئی اور ام سلمیٰؓ نے اس کے ہاتھ چالیس دینار بھیجے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے وہ چالیس دینار بھی اس دوسرے سائل کو عطا فرما دیئے۔

شکر کرنے والی بیوی کا مقام:۔

حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ اور ان کی والدہ ماجدہ کو مکہ مکرمہ میں چھوڑ گئے۔ اس وقت وہ ایک ایسی وادی تھی جہاں سبزہ کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ حضرت اسماعیلؑ جب جوان ہوئے تو ان کا نکاح قبیلہ بنو جرہم کی ایک لڑکی سے ہوا۔ حضرت اسماعیلؑ شکار کرنے جاتے تھے اور اس سے جو کچھ ملتا تھا اسی سے گزر بسر ہوتا تھا۔ شکار ایک ہوائی روزی ہوتی ہے لہٰذا کبھی شکار ملتا اور کبھی نہ ملتا۔

ایک مرتبہ حضرت اسماعیلؑ شکار کو گئے ہوئے تھے کہ پیچھے حضرت ابراہیمؑ ملنے ان کے گھر آئے۔ انہوں

نے اپنی بہو سے پوچھا کہ سناؤ کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی، بس زندگی گزر رہی ہے۔ کبھی شکار ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا، بہت تنگی کا وقت گزر رہا ہے بہر حال گزارا ہو رہا ہے۔ اس نے اس طرح ناشکری کے الفاظ کہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کچھ دیر انتظار کیا اور پھر فرمایا، اچھا مجھے واپس جانا ہے، جب تمہارے شوہر آئیں تو انہیں میرا اسلام دینا اور ان سے کہہ دینا کہ تمہارے گھر کی چوکھٹ اچھی نہیں ہے اسے بدل لینا۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے، وہ عورت حضرت ابراہیمؑ کی بات نہ سمجھ سکی۔

جب حضرت اسماعیلؑ گھر واپس آئے تو ان کی بیوی نے انہیں حضرت ابراہیمؑ کا پورا پیغام سنا دیا۔ وہ فرمانے لگے کہ وہ تو میرے والد گرامی تھے۔ میری ان سے ملاقات تو نہیں ہو سکی البتہ وہ مجھے ایک پیغام دے گئے ہیں کہ گھر کی چوکھٹ اچھی نہیں ہے اسے بدل دینا۔ یعنی تمہاری بیوی ناشکری ہے اسے بدل دینا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس بیوی کو طلاق دے کر اسے فارغ کر دیا۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک اور قبیلہ کی لڑکی کے ساتھ حضرت اسماعیلؑ کی شادی ہوئی۔ اب یہ عورت بڑی صابرہ شاکرہ تھی۔ سال دو سال کے بعد حضرت ابراہیمؑ پھر تشریف لائے۔ اب کی بار بھی حضرت اسماعیلؑ گھر پر موجود نہیں تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بہو سے پوچھا، سناؤ کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگی کہ میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں جس نے مجھے اتنا نیک خاوند عطا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنے اچھے اخلاق والا، اچھے کردار والا، متقی اور پرہیز گار اور محبّت کرنے والا خاوند دیا ہے، میں تو اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتی۔ حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا کھانا پینا کیسا ہے؟ کہنے لگیں، رزق تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، جو ملتا ہے ہم دونوں کھا لیتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کر لیتے ہیں اور اگر نہیں ملتا تو صبر کر لیتے ہیں۔ جب اس نے شکر کی اچھی باتیں کیں تو حضرت ابراہیمؑ کا دل خوش ہو گیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا، اچھا میں اب چلا ہوں، تم اپنے خاوند کو میری طرف سے سلام دینا اور کہنا کہ تمہارے گھر کی چوکھٹ بڑی اچھی ہے لہٰذا

تم اس کی حفاظت کرنا۔ یہ کہہ کر حضرت ابراہیمؑ واپس چلے گئے۔

جب حضرت اسماعیلؑ واپس گھر تشریف لائے تو ان کی بیوی نے ان کو پیغام دیا۔ جب حضرت اسماعیل نے پیغام سنا تو وہ بڑے خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ وہ میرے والد گرامی تھے اور وہ مجھے پیغام دے گئے ہیں کہ تم ایک اچھی بیوی ہو، مجھے تمہاری قدر کرنی ہے اور تجھے زندگی بھر اپنے ساتھ رکھنا ہے۔ یہ حضرت اسماعیلؑ کی وہ بیوی تھیں جو حضرت اسماعیلؑ سے حاملہ ہوئیں اور ان کی نسل اس عورت سے آگے چلی۔

ایک دلچسپ نکتہ:۔

علماء نے یہاں ایک نکتہ لکھا ہے کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ کی نسل کو آگے چلانا تھا اور اس نسل میں سے اللہ کے محبوب ﷺ نے پیدا ہونا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے پسند نہ کیا کہ میرے محبوب ﷺ کے اجداد میں کوئی ناشکری عورت ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ناشکری عورت کو طلاق دلوادی اور شکر کرنے والی عورت گھر میں لائی گئی اور اس سے آگے اپنے محبوب ﷺ کو پیدا فرمادیا۔ سبحان اللہ

حج کے موقع پر اظہار تشکّر:۔

شکر ہے تیرا خدایا، میں تو اس قابل نہ تھا
تو نے اپنے گھر بلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

اپنا دیوانہ بنایا، میں تو اس قابل نہ تھا
گرد کعبے کے پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا

مدتوں کی پیاس کو سیراب تو نے کر دیا
جام زم زم کا پلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

ڈال دی ٹھنڈک مرے سینے میں تو نے ساقیا
اپنے سینے سے لگایا، میں تو اس قابل نہ تھا

بھا گیا میری زبان کو ذکر الا اللہ کا
یہ سبق کس نے پڑھایا، میں تو اس قابل نہ تھا

خاص اپنے در کا رکھا تو نے اے مولا مجھے
یوں نہیں در در پھرایا، میں تو اس قابل نہ تھا

میری کوتاہی کہ تیری یاد سے غافل رہا
پر نہیں تو نے بھلایا، میں تو اس قابل نہ تھا

میں کہ تھا بے راہ تو نے دستگیری آپ کی — تو ہی مجھ کو در پہ لایا ، میں تو اس قابل نہ تھا
عہد جو روز ازل میں نے کیا تھا یاد ہے — عہد وہ کس نے نبھایا ، میں تو اس قابل نہ تھا
تیری رحمت تیری شفقت سے ہوا مجھ کو نصیب — گنبد خضراء کا سایہ ، میں تو اس قابل نہ تھا
میں نے جو دیکھا سو دیکھا بارگاہ قدس میں — اور جو پایا سو پایا ، میں تو اس قابل نہ تھا
بارگاہ سید الکونین میں آکر نفیس — سوچتا ہوں کیسے آیا ، میں تو اس قابل نہ تھا

ہمارے دلوں میں اسباب کی اہمیت:۔

کتنی عجیب بات ہے کہ وہ دکان اور دفتر جس سے انسان کو سبب کے طور پر رزق ملتا ہے۔ وہاں وہ روزانہ آٹھ گھنٹے ڈیوٹی دیتا ہے۔ اے انسان! جس سبب سے تجھ کو رزق ملتا ہے اس سبب پہ محنت کرنے میں روزانہ آٹھ گھنٹے لگاتا ہے اور مسبب الاسباب جہاں سے بغیر سبب کے رزق ملتا ہے اس کے سامنے دامن پھیلانے کی تجھے آٹھ منٹ کی بھی فرصت نہیں ہے۔ کیا کبھی کسی نے آٹھ منٹ تہجّد کے وقت اللہ کے سامنے دامن پھیلایا؟ وہاں تو سبب کے بغیر ڈائریکٹ مل رہا ہوتا ہے۔ ارے! واسطے کے ذریعے لینے پر آٹھ گھنٹے اور جہاں سے بلا واسطہ ملتا ہے وہاں آٹھ منٹ بھی نہیں دیتے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم تنہائی میں اللہ رب العزت کے سامنے بیٹھیں اور اپنے سب احوال اسی کے سامنے بیان کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات سے خوش ہوتے ہیں کہ بندہ ہر چیز اسی سے مانگے اور ہر وقت اسی سے مانگے اور نعمتیں ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور شکر الٰہی:۔

حضرت موسیٰؑ نے ایک مرتبہ اللہ رب العزت سے عرض کیا کہ اے اللہ! كَيْفَ اَشْكُرُكَ میں آپ کا

شکر کیسے ادا کروں کیونکہ آپ کی ایک ایک نعمت ایسی ہے کہ میں ساری زندگی بھی عبادت میں لگا رہوں تو میں صرف ایک نعمت کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا، اور آپ کی تو بے انتہا نعمتیں ہیں۔ میں ان سب نعمتوں کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہوں۔ جب انہوں نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ان پر وحی نازل فرمائی اور فرمایا کہ اے موسیٰ! اگر آپ کے دل کی یہ آواز ہے کہ آپ ساری زندگی شکر ادا کریں تو پھر بھی شکر ادا نہیں کر سکتے تو سن لے کہ اَلْآنَ شَكَرْتَنِي اب تو آپ نے میرا شکر ادا کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ سبحان اللہ۔

رزق پہنچانے والا ڈاکیا:۔

میرے دوستو! بعض اوقات اللہ تعالیٰ نے انسان کو رزق کی فراوانی اس لئے بھی زیادہ دی ہوتی ہے کہ وہ رزق اس کا اپنا نہیں ہوتا بلکہ وہ طلباء، غرباء اور اللہ کے دوسرے مستحق بندوں کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس لئے دیا ہوتا ہے تاکہ وہ ان تک یہ پہنچا دے۔ مگر جب وہ اللہ کے راستے پر خرچ نہیں کرتا اور ڈاک نہیں پہنچاتا تو اللہ تعالیٰ اس ڈاکیے کو معزول کر دیتے ہیں۔ اور اس کی جگہ کسی اور کو ذریعہ بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو کھلا رزق دیتا ہے جو ان کے اپنے رزق سے زیادہ ہوتا ہے۔ کس لئے؟ اس لئے وہ حق داروں تک صدقہ وخیرات کی شکل میں وہ مال پہنچا دے۔ اور جب وہ مال حق داروں تک نہیں پہنچاتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اس نعمت سے محروم فرما دیتے ہیں اور ان کی جگہ کسی اور کو وہ رزق دے دیتے ہیں جو صحیح صحیح اس کے مستحق بندوں تک پہنچا دیا کرتے ہیں۔

اس لئے جب اللہ تعالیٰ ضرورت سے زیادہ رزق دے تو سمجھیں کہ اس میں صرف میرا ہی حق نہیں ہے بلکہ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ○ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ○ (المعارج:24,25) کے مصداق اس میں اللہ کے بندوں کا بھی حق ہے۔ یہ بھی اللہ رب العزت کی نعمتوں کا شکر ہے۔ رب کریم ہمیں اپنی

نعمتوں کی قدر دانی کی توفیق عطا فرما دیں اور ہمیں محرومیوں سے محفوظ فرما دیں۔ کفار کے سامنے ذلیل و رسوا ہونے سے محفوظ فرما لیں اور جس طرح پروردگار نے ہمارے سر کو غیر کے سامنے جھکنے سے بچا لیا وہ پروردگار ہمارے ہاتھوں کو بھی غیر کے سامنے پھیلنے سے محفوظ فرما لے۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ